عرفان علاّمہ طباطبائیؒ

کی نظر میں

ڈاکٹر عبد الحمید ضیائی

علاّمہ طباطبائی روحانی وباطنی لحاظ سے غیبی اور ملکوتی عوالم کے اعلیٰ وارفع مراتب ومدارج میں نامور مقربین اور صدیقین کے اعلیٰ ترین درجات پر فائز تھے، شرعی اعتبار سے جنہیں ایک پابند شریعت فقیہ شمار کیا جاتا تھا اور جو آداب ورسومات دینی کی رعایت پر خصوصی توجہ اور مکمل دھیان دیتے تھے، یہاں تک کہ معمولی مستحبات کی بجا آوری سے بھی گریز وپرہیز نہ کرتے تھے۔ وہ شریعت مبین کے لانے والوں کے سلسلے میں غیر معمولی احترام کے قائل تھے۔ وہ مقدس شریعت اور احکام شریعت کو کماحقہ اہمیت نہ دینے والے بعض صوفیا کی روش قطعاً متفق نہ تھے اور اُنہیں انہیں نشانۂ تنقید راہ وقرار دیتے تھے، اور ان کی روش کو خطاؤں کا مجموعہ اور منزل مقصود تک رسائی سے محروم جانتے تھے البتہ دوسری طرف بعض ایسے افراد کی بھر پور مذمت بھی کرتے تھے جو حمایت شریعت اور ترویج دین کے نام پر ان علمای ربانی کو مورد لعن وطعن قرار دیتے تھے، جو محاسبہ ومراقبہ نفس، تزکیۂ روح اور عبادات الٰہیہ کے ذریعہ معنوی کمالات کی منزلوں کو طے کر چکے تھے بقول علامہ طباطبائی ایسے افکار بے جا تعصب کی دین ہیں کیونکہ ان کے اس عمل سے شریعت کی روح بیزار تھی[۱] ان افراد کی مذمت، جو کشف وشہود کے راستوں کو طے کرتے ہوئے معرفت خدا اور معنویت کی منزلوں کو طے کر چکے ہیں، فکری انجماد ہے۔ اور یہ سیرت رسولؐ اور آل رسولؐ سے یکسر مختلف ہے۔''

شہید مرتضیٰ مطہری فرماتے ہیں:

علاّمہ طباطبائی سے اپنی ملاقات وگفتگو کے دوران ھینری کربن نے سوال کیا کہ مسئلہ ولایت شیعوں نے صوفیاء سے لیا ہے صوفیا نے شیعوں سے؟ علامہ نے اس کے جواب میں فرمایا تھا: صوفیا نے یہ تصوّر شیعوں سے لیا ہے، اس لئے کہ یہ مسئلہ اہل تشیع کے درمیان اس وقت بھی موجود تھا، جب تصوف نے کوئی شکل وصورت اختیار نہیں کی تھی ۔ یہ در اصل انسان کامل یا حجت عصر ہونے کا مسئلہ ہے، جس پر عرفا مکمل طور پر تکیہ کرتے ہیں۔ کوئی بھی زمانہ اس ولی کامل سے (جسے وہ قطب کہتے ہیں)

خالی نہیں، اور وہ اس انسانی کامل کے لئے ایسے مقام ومرتبہ کے قائل ہیں جو ہمارے افکار سے بہت دور ہے۔[۲]

اسی طرح اس عالم ربّانی سے یہ سوال کیا گیا کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ تمام مخلوقات وموجودات کا سرچشمہ ذات خدا ہے، لہٰذا تمام اشیاء در اصل کلی طور پر وحدت وجود خدا کی حامل ہیں، جبکہ ہم لوگوں کو مخلوقات کی مختلف شکل وصورت دکھائی دیتی ہے صورتیں دیکھتے ہیں جیسے درخت، پتھر، انسان، وغیرہ تو اس کا جواب کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: خالق ومخلوق کے اثبات پر بے شماردلائل ہیں، جو خدا کو فاعل اور دنیا کو فعل ثابت کرتے ہیں، اور ظاہری بات ہے کہ فعل کو غیر فاعل ہونا ہی چاہئے، چونکہ اگر فعل ہی عین فاعل ہوجائے گا تو پھر اس کے اپنے وجود سے پہلے ایک وجود ہونا ضروری ہوگا جو ممکن نہیں، لہٰذا دنیا، غیر خدا ہے اور اس وحدت وجود خدا سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔[۳]

عرفاء یا صوفیاء؟

علامہ طباطبائی اس گروہ عرفا کے حامی ہیں، حتیٰ کہ وہ خود اپنے کو ان کی پیروی کرنے والوں میں شمار کرتے ہیں، جو عارف باللہ اور متخلق اخلاق الٰہیہ ہیں اور، تہذیب نفس، تزکیۂ روح، ریاضت ومجاہدت اور عشق معنوی کے ذریعے کمالات کی منزلوں پر قدم رنجا ہیں۔ حسن اخلاق، علم وعمل، ذکر وفکر، ترک شہوات وفضولات جن کا شعار اور انسانی معاشرہ کی اصلاح وتربیت جن کا شیوہ ہے، فقرا اور مظلوموں کی خبر گیری اور دادرسی جن کا وظیفہ ہے، جو گمراہوں کو منزل مقصود تک پہونچانے والے، مدرسہ انبیاء اور مکتب اہلبیت رسولؐ وآل رسول کے شاگرد واقعیؑ ہیں اور قرآنی اور روائی نکات کو فکری، علمی اور اخلاقی کاوشوں سے درک کرتے ہیں۔

ساتھ ہی علامہ نے، ایسے صوفیاء کی، جو مقام ولایت کے جھوٹے مدعی ہیں اور خود کو ہوائے نفس، حب جاہ، خرقہ بازی، ریاکاری، دکان داری، سادہ لوح عوام کو فریب دینے اور موہوم افکار کو رواج بخشنے میں مشغول کررکھا ہے، نہ صرف مخالفت کی ہے، بلکہ ان سے شدید اظہار تنفر وبیزاری بھی کیا ہے۔ آپ کا خیال ہے کہ ایسے لوگ فریب کاریوں کے ذریعے اپنے درویشانہ اور فقیرانہ حلیہ کے عوام کو اپنے اردگرد جمع کرلیتے ہیں اور بہ نام عرفان وکرامت مشائخ صوفیاء سے متعلق مبالغہ آمیز

حکایتیں بیان کرتے ہیں۔ بقول مولانا روم مردان خدا کی گفتگو سے سرقہ کرتے ہیں تا کہ اپنی تہی دوکانی کا تدارک کرسکیں۔

چند دزدی حرف مردان خدا تا فروشی و ستانی ، مرحبا

ایسے صوفیاء اپنے مریدوں پر صفائے نفس وروح، خداشناسی وخدا پرستی جیسا کوئی اثر نہیں چھوڑ پاتے، بلکہ انہیں امراض خود پسندی اورنخوت اپنے میں مبتلا کرتے ہوئے، خداشناسی کی طبیعت اور اعلیٰ انسانی اقدار سے دور کردیتے ہیں، اور انہیں گمرہی اور ریاکاری کی وادی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتے ہیں۔

شمس الدین محمد اسیری لاہیجی نے کیا خوب ان کی تصویرکشی کی ہے:

آن کہ میلش سوی لھوست وسماع وجد و حالاتش نباشد جز خداع
لاف فقر اندر جھان انداختہ رہبر و رہزن زہم نشناختہ
صدفسون و مکر دارد در درون مخلص و صادق نماید از برون
رہزنی چون نام خود رہ بین کند عامیان را در ہلاکت افگند
گوید او کہ من قلا و وز رہم وز منازل ہای این رہ آگھم
ہر کہ باور کرد آن مکر و دروغ ماند از نور ولایت بی فروغ
گم شد و ہرگز بہ منزل رہ نبرد در بیابان ہلاکت زار مرد
کردہ ای نفس و ھوی را پیشوا لاجرم بویی نیابی از خدا
نور عرفان در دل و جانت نتافت توہمی گویی چون من عارف کہ یافت
نیستت از عارفان شرم و حیا دعویٔ عرفان و تلبیس و ھوی
وای آن طالب کہ در دامش فتاد ہرچہ بودش نقد او برباد داد[۴]

مراقبہ اورمحاسبہ:

علاّمہ طباطبائی نوجوانی سے ہی احکام شرعی کے پابند تھے، ذکر خدا ورد زبان رہتا تھا، نوافل ضرور انجام دیتے تھے، رمضان کی راتوں میں صبح تک بیدار رہتے تھے اور مطالعہ کے علاوہ دعا، تلاوت قرآن اور اذکار میں مصروف رہتے تھے، اور دعائے سحر اہل خانوادہ کے ساتھ پڑھتے تھے۔[۵]

علامہ کے بیٹے نجم السادات طباطبائی نے اپنی ماں، قمر السادات طباطبائی، سے نقل کیا ہے کہ

علامہ جب نجف میں تھے، بعد نماز شب سوتے نہیں تھے اور نماز شب کے بعد اور صبح کے درمیان کے وقفہ میں اپنے بھائی، سید محمد حسن آملی، سے مباحثہ کرتے تھے۔٦

علاّمہ حسن زادہ آملی کی رو سے علاّمہ طباطبائی ہمیشہ اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہتے تھے اور خدا سے غافل نہیں رہتے تھے، چنانچہ یہ کیفیت ان کی رفتار وگفتار سے عیاں تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ کسی کی بارگاہ میں حاضر ہیں۔ ہر چندوہ کسی سے محوگفتگو ہوں تو بھی ایسا لگتا تھا جیسے ان کی روح کہیں اور وابستہ ہے۔ یہ کیفیت امام جعفر صادقؑ کے اس قول کی مصداق ہے، جو مصباح الشریفہ میں درج ہے۔ امام فرماتے ہیں: عارف وہ ہے، جس کا بدن خلق خدا کے ساتھ ہو۔ مگر دل خدا کے ساتھ ہو خدا کے علاوہ اس کا کوئی مونس نہ ہو۔٧

استاد عبد اللہ جوادی آملی فرماتے ہیں: علاّمہ طباطبائی انتہائی حسّاس اور بلند مرتبہ روح کے مالک تھے۔ وہ محو یاد خدا ہوتے تھے، تو ان پر ایسی کیفیت طاری ہوجاتی تھی کہ لوگ حیرت میں پڑجاتے تھے کہ یہ کس دنیا میں سیر کررہے ہیں۔٨

علاّمہ طباطبائی چار اہم ترین عرفانی کتابوں، تمہید القواعد، شرح فصوص قیصری، مصباح الانس صدر الدین اور فتوحات محی الدین، پر کاملاً مسلط تھے، اور اس کی تدریس اور تحقیق کے سلسلے میں صاحب نظر تھے۔ فن عرفان میں اجتہاد فرماتے تھے، کشف وشہود اور سیر سلوک سے متعلق آیت اللہ سید علی قاضی طباطبائی (۱۳۶۰۔۱۲۸۵ ہجری) اور سید حسن بادکو بہ ای (۱۳۵۸۔۱۲۹۳ ہجری) سے استفادہ کیا تھا۔٩

رہبر معظم حضرت آیت اللہ سید علی خامنہ ای کے مطابق: علامہ طبا طبائی کا معنوی چہرہ ایسی مضبوط شخصیت کی علامت تھا، جو محکم ایمان اور سچے عرفان کو عقلی طور پر پھیلانے والا اور اسے گہرائیوں میں اتارنے والا تھا انہوں نے ان صفات کے حیرت انگیز امتزاج سے ثابت کردیا تھا کہ اسلام دردمند افراد کی دلسوزیوں کو عقل کی طاقت سے سکون بخشتے ہوئے یکجا کرسکتا ہے۔١٠

تماشائے ملکوت:

۱۳۰۴ ہجری کے دوران علاّمہ طباطبائی کسب علم کے سلسلے میں نجف اشرف میں قیام پذیر تھے۔ ایک روز اپنے مستقبل کے بارے میں سوچ رہے تھے کہ آیت اللہ قاضی طباطبائی تشریف

لائے۔ آپ نے ان کا استقبال کیا۔ آیت اللہ قاضی طباطبائی نے اپنی گفتگو کے دوران فرمایا کہ جو تحصیل علم کے لئے نجف آتا ہے، اسے چاہئے کہ کسب علم ودانش کے علاوہ تہذیب نفس اور مکارم اخلاق بھی سیکھے۔ اس کے بعد وہ وہاں سے اٹھے اور اپنے گھر چلے گئے ۔ یہ گفتگو علامہ طباطبائی کے لئے موثر ثابت ہوئی چنانچہ جب بھی آپ سیر وسلوک اور تہذیب نفس کی بات کرتے تھے آیت اللہ قاضی طباطبائی کے معنوی کمالات کا تذکرہ ضرور کرتے تھے۔ ۱۱ اس ملاقات کی سوغات تھی کہ علامہ طباطبائی فلسفہ اور علوم عقلیہ کہ کتابوں سے زیادہ تعلق رکھنے کے باوجود سیر وسلوک قلبی اور بینش شہودی کے دلدادہ تھے۔ ۱۲

علامہ طباطبائی اپنے ایک شاگرد سے فرماتے ہیں کہ ان کے استاد آیت اللہ قاضی کے بیانات اتنے حیرت انگیز اور فرحت بخش ہوتے تھے کہ دل پر نقش ہوجاتے تھے ،سکون قلب حاصل ہوتا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ اب زندگی میں کوئی غم ہی نہیں ہے۔ ۱۳

آیت اللہ قاضی اپنے شاگردوں کو شرعی اہمیتوں کے لحاظ سے باطنی آداب کی رعایت اور حضور قلب کے ساتھ ادائیگی نماز اور عرفانی واخلاقی احکام کی پابندی وپیروی کا درس دیتے تھے اور ان کے نفوس کی ایسی نیابت کرتے تھے کہ ان میں مواعظ حسنہ کے قبولیت کی صلاحیت پیدا ہوجائے ۔ اپنے شاگردوں کو سمجھاتے تھے کہ جب بھی حالت نماز وقرائت قرآن یاذکروفکر کے دوران مسجد میں کچھ محسوس کرو یا کسی کرامت کا مشاہدہ کرو،تو بغیر اس طرف توجہ کئے اپنی عبادت جاری رکھو۔ ۱۴

علاّمہ طباطبائی نقل کرتے ہیں کہ میں ایک دن مسجد کوفہ میں بیٹھا ہوا مصروف ذکر تھا کہ میرے داہنی سمت حور بہشت ایک جام شربت لئے مجھے پیش کررہی ہے، میں نے چاہا اس کی طرف توجہ کروں، مگر اپنے استاد کی وہ ہدایت یاد آگئی، لہٰذا آنکھ بند کرکے رخ پھیر لیا۔ وہ حور اٹھی اور میرے بائیں طرف سے مجھے جام شربت پیش کیا، میں نے پھر بھی توجہ نہ کی، یہاں تک کہ وہ حور غائب ہوگئی۔ اس کے بعد سے میں جب بھی اس طرح کا منظر یادکرتاہوں تو اپنی آزادی کا احساس کرتا ہوں۔ ۱۵ اسی طرح آپ نے ایک اورواقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے یاد ہے کہ جب میں نجف میں آیت اللہ قاضی کے زیر تربیت تھا، صبح کے وقت چھت پر مصلئے عبادت پر بیٹھا ہوا تھا کہ میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے دیکھا کہ دولوگ میرے سامنے بیٹھے ہیں،ان میں سے ایک حضرت ادریسؑ اور دوسرے میرے بھائی سید محمد حسن تھے۔حضرت ادریس میرے ساتھ محوگفتگو تھے،

مگر اس طرح سے کہ اپنی گفتگو کاالقاء میرے بھائی پر کرتے تھے اور مجھے اپنے بھائی کی آواز میں ان کا جواب سنائی دیتا تھا۔ ۱۶؎ اس طرح کے حالات کی تائید میں آیت اللہ بروجردی فرماتے ہیں کہ میرے استاد آخوند کاشی جو ایک باکمال شخصیت کے مالک تھے فرماتے تھے، کہ میں فرشتوں کو آسمان میں اڑتا ہوا دیکھتا ہوں۔ ۱۷؎

علاّمہ طباطبائی ایک اور جگہ بیان فرماتے ہیں: جب میں نجف میں اپنے استاد آیت اللہ قاضی کے پاس رہا کرتا تھا۔ ایک روز چشم تصور میں علی ابن جعفر صادقؑ کی خدمت میں پہونچا اور ان کے اتنے نزدیک پہونچ گیا کہ مجھے ان کی سانس کی آواز بھی سنائی دے رہی تھی۔ ۱۸؎

ہاں! یہ قرب خدا کی ان منزلوں پر فائز تھے کہ ان کے لئے ملکوت کے در کھل گئے تھے اور بعض ایسی نشانیاں، جو دوسروں پر مخفی رہنے والی ہیں، ان پر کھل جاتی تھیں۔ یہ اس لئے تھا کہ علاّمہ نے تہذیب نفس اور تزکیۂ روح فرمایا تھا۔ حضرت امام جعفر صادقؑ کے قول کے مطابق کہ جو خود علاّمہ نے کسی جگہ نقل کیا ہے کہ اگر شیطان آدم کے دل کے آس پاس گردش نہ کرے تو حتماً وہ زمین وآسمان کے ملکوت کو دیکھتا۔ یہ وہ مفسر ہے، جو اس آیت ''والّذین جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا وانّ اللّه لمع المحسنين''۔ ۱۹؎ کا مصداق اور ان بندوں میں سے ہے، جو لطف خدا سے کشف وشہود کی منازل طے کرتا ہے۔

عرفان عملی میں علاّمہ طباطبائی کو وہ مقام حاصل تھا کہ آپ ہر شخص کا اس کی واقعیت سمیت مشاہدہ کر لیتے تھے ۲۰؎

علاّمہ اپنی زندگی کے جملہ امور میں صرف خدا کو اپنا مقصد جانتے تھے جیسا کہ امیر المومنین حضرت علیؑ نے خدا کو عرفانی آرزوں کی معراج قرار دیا ہے اور دعائے کمیل میں فرمایا ہے کہ ''یاغایہ آمال العارفین'' وہ درحقیقت اس صفت کے مصداق تھے، یہاں تک کہ کبھی تحقیقی کاوشوں میں بھی وہ یاد خدا سے غافل نہیں رہتے تھے۔

آپ کے اخلاقیات بھی آپ کی نفوذ باطنی اور بصیرت ضمیر، حقیقت سیر وسلوک اور وصول حقائق عالم ملکوت کی عکاسی کرتے تھے۔ استاد شہید مطہری تفسیر المیز ان کے بارے میں فرماتے ہیں: تفسیر میزان محض فکری نتیجہ نہیں ہے، بلکہ میرا ماننا ہے کہ اس کا بیشتر حصہ غیبی الھام کا نتیجہ ہے۔ ایسا بہت کم ہے کہ میرے سامنے دینی اور اسلامی مسائل آتے ہوں اور مجھے اس کا حل تفسیر میزان میں نہ

ملاہو۔ ۲۱

علاّمہ طباطبائی کی عرفانی تحقیقات:

آپ علمائے حقیقی کے تئیں بے پناہ احترام کے قائل تھے۔ زہد، تصفیہ باطن اور ریاضت شرعی کے سبب ملاّ صدرا کو غیر معمولی اہمیت دیتے تھے۔ فارابی کے نظریات کی ستائش فرماتے اور کہتے تھے کہ اشراقی شہود وبرہان کے امتزاج کو ابن حکیم کے آثار میں دیکھا جاسکتا ہے۔ علامہ نے ابن عربی کے بعض تفکرات کوتنقید کا نشانہ بھی بنایا ہے۔ ۲۲

ملاّ صدرا کے تمام نظریات سے آپ متفق نہیں تھے، بلکہ اس اعتراف کے ساتھ کہ وہ ایک عظیم انسان تھے، ان کی بعض آرا پرتنقید بھی کی ہے اور استفادہ بھی کیا۔ آپ نے ملاّ صدرا کے بارے میں فرمایا کہ ان کے اکثر مباحث کی بنیادعقل وکشف کے اتحاد پر مبنی تھی اورفکری تزکیہ ،اور سیروسلوک سے جنم لیتی تھی۔

اسی طرح آپ نے علی مدرس زنوزی (۱۳۰۷۔۱۲۳۴ہجری) ،صاحب بدایع الحکم، کے حواشی اورتعلیقات کوجو تہران میں فضل اللہ آستیانی کے پاس تھی، دیکھا۔ یہ حواشی اورتعلیقات اپنے آپ میں ایک رسالہ ہیں۔ علاّمہ اس حکیم کے عرفانی نظریات کے معترف تھے اور''ممکن'' اور ''واجب'' سے متعلق ایک مباحثہ میں آپ نے صاحب بدایع کے نظریہ کی تائیدفرمائی ہے۔ ۲۳

علاّمہ طباطبائی، سیدبن طاؤس کی بے پناہ عظمتوں کےبھی قائل تھےاوران کی کتاب''اقبال'' کو خاص اہمیت دیتے تھے۔ اس طرح سید بحر العلوم کےعلمی وعملی سلوک کوسراہتے تھے۔ سید بحر العلوم سے منسوب رسالہ سیروسلوک کو بہت اہمیت دیتے تھے اور شاگردوں کو اس کے مطالعہ کی ترغیب دلاتے تھے اورخود اپنے منتخب شاگردوں کو اسے درس دیتے تھے۔

اس بیش قیمت کتاب کا ایک نسخہ ابو القاسم خوانساری (استاد ریاضی عماریہ) کے پاس نجف میں موجود تھا، جس کے ذریعہ علاّمہ طباطبائی نے ایک نمونہ کی تصحیح اور استنساخ کیا ہے اور علاّمہ نے اس کے بارے میں یہ فرمایا: ہمارے استاد آیت اللہ قاضی فرماتے تھے کہ میں نے سیروسلوک پر اس طرح کا کوئی اور رسالہ سوائے رسالہ سید بحر العلوم کے نہیں دیکھا۔ ۲۴

ادبیات عرفانی کی بہترین کتاب'المراقبات' ہے، علاّمہ طباطبائی نے اس کتاب پرتقریظ لکھی،

جس کی ابتداء کچھ یوں ہے :

''اما بعد بدان کہ با این خط کہ بر کتاب ''اعمال السنہ'' نوشتہ، حجت ونمونہ آشکار آیت اللہ حاج میرزا جواد آقا ملکی تبریزی قدس اللہ روحہ حاشیہ می زنم ،قصد ستایش این کتاب گرانقدر رقدر یا تعریف از مؤلف بزرگوار آن را ندارم، چہ این کتاب خود بدون شک دریایی پر از در وگوہر است کہ سنگینی آن بہ سنگ وپیمانہ نمی آید وآن نویسندہ خود بدون شک دانشمند بلند پایہ ای است کہ ارزش و قدرش را با متر ووجب نمی توان اندازہ گرفت... بلکہ منظور من از نوشتن این چند سطر آن است کہ برادران عزیز وبی آلایشم را بابعضی از تذکراتی کہ در آن است مواجہ کنم ویادآوری مومنان را بہرہ مندی سازد''.

اسی طرح شیخ محمد حسین اصفہانی معروف کمپانی (استاد علامہ طباطبائی) اور سید احمد کربلائی کے بیچ عرفانی مکاتبات پر علاّمہ طباطبائی نے زیرنویس کا اضافہ کیا ہے۔ علامہ حسن زادہ آملی نے ان مکاتبات کی نسخہ سازی کی ہے، جوشہید قدوس کے یاد نامہ میں درج ہے۔ ۲۵

علاّمہ طباطبائی ایک مکاتبات کے تعارف میں لکھتے ہیں: این نوشتار در معنای بیتی از ابیات شیخ عطار جریان یافتہ مقتضای الکلام یجر الکلام دو بنائی معروف حکما وعرفا را کہ ھر یک از این دو بزرگوار بہ تقویت یکی از آنہا پرداختند ودر روشن ساختن مطلوب استفراغ وسع کامل فرمودہ اند۔ نظر بہ نفاست مطلب ودقت ، بحث خالی از اغلاق وغموض نبود بہ غرض حفظ آثار بزرگان وقضای حق اخذ وتربیت این بندہ ناچیز محمد حسین طباطبائی در اوراق چند بہ نام تذییلات ومحاکمات آوردہ ودر روشن ساختن حق مطلب کوتاہی نکردم۔ ۲۶

حوالہ جات:

۱۔علاّمہ سید محمد حسین حسینی تہرانی، مہر تابان، ص ۴۷۔

۲۔شہید مرتضی مطہری ، امامت ورہبری، ص ۵۵

۳۔ ایضاً، ص ۲۱۳

۴۔ اسرار الشہود، ص ۱۴

۵۔مجلّہ نور علم ، دورہ سوم، شمارہ ۹، ص ۶۸

۶۔مجلّہ زن روز، شمارہ ۸۹۲، شنبہ، ۲۹ آبان، ۱۳۶۱ھ

۷۔ کیہان اندیشہ، شمارہ مسلسل ۲۶،ص ۹
۸۔مجلّہ زن روز ہمان
۹۔درباره این عالم نامدار نگاه کنید به مقالہ نگارنده در مجلّہ پاسدار اسلام، آبان ماه، ۱۲۵۷ھ، تحت عنوان نامداری ناشناختہ
۱۰۔آئینۂ عرفان ،ویژه دھمین سالگرده رحلت علاّمہ طباطبائی، آبان ماه، ۱۳۷۰ھ
۱۱۔یادبود یادواره علامہ طباطبائی درکازرون، بہ کوشش منوچہر مظر وفیان،ص ۱۱۲۔۱۱۱
۱۲۔آئینۂ عرفان ،ص ۳۸
۱۳۔حسن ممدوحی ،مقالہ ابتکارات علمی علامہ طباطبائی ، ہمان ماخذ ،ص ۴۶
۱۴۔مہرتابان،ص ۱۹
۱۵۔ایضاً
۱۶۔علامہ سید محمد حسین حسینی تہرانی، رسالہ لب اللباب ،ص ۹۱و۹۲
۱۷۔یادہا ویادگارہا، بہ نقل از مہرتابان،ص ۲۱۹
۱۸۔مکتب اسلام ، سال ۲۱، شمارہ ۱۰،ص ۶۷
۱۹۔قرآن ، سوره عنکبوت، آیہ ۶۹
۲۰۔مقالہ علامہ حسن زاده آملی ، کیہان اندیشہ، شمارہ مسلسل ۲۶،ص ۶
۲۱۔شہید مطہری ،حق وباطل ،ص ۸۹۔ ۹۰
۲۲۔ماخوذ از بیانات آیت اللہ جوادی آملی ، مندرج در مجلّہ شاہد، شمارہ ۴۸،ص ۴۶
۲۳۔ہزار و یک نکتہ ،ص ۱۹۸و ۶۱۰
۲۴۔چہ باید کرد ،ترجمہ وتنظیمی ویژه از مراقب حاج میرزا جواد ملکی تبریزی ، ترجمہ محمد تحریر چی، مقدمہ علاّمہ،ص ۵۳
۲۵۔یادنامہ شہید آیت اللہ قدوسی ،ص ۲۶۹۔ ۳۴۷۔
۲۶۔ایضاً۔

❧•❧